© rasailojaraid.com

دعوتِ اسلامی اور کامیابی کا تصوّر

جناب اسعد گیلانی صاحب

(۲)

حقیقی کامیاب لوگوں کے اوصاف اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے علم بردار اور فائز المرام لوگوں کے کام اور ان کے اوصاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

— ایمان لاتے جیسے کہ ایمان لانے کا حق ہے۔

— حق کے لیے گھر بار چھوڑ کر راہِ خدا میں ہجرت اختیار کر لی۔

— اللہ کی راہ میں مال صرف کیا۔

— اللہ کی راہ میں جان لڑا دی۔

کامیابی کے ساحل تک پہنچنے والی تحریکِ اسلامی کے فائز المرام کارکنوں سے اللہ کا دین یہ تقاضہ کرتا ہے خود اللہ تعالیٰ بھی ان سے یہی کہتا ہے کہ تم نے تو یہ جانیں اپنے اللہ کے ہاتھ بیچ رکھی ہیں، اب اللہ کے راستے میں کھپانے کے بجائے انہیں چھپا چھپا کر کہاں لیے پھرتے ہو؟ اب اِن جانوں کو اور اپنے کماتے ہوئے مال و دولت اور سرو سامان کو اللہ کی راہ میں لگا کر سرخرو ہو جاؤ۔ صرف اسی صورت میں تم اللہ کے نزدیک اسلامی تحریک کے معیاری کارکن بن سکتے ہو۔ اور اگر یہ صفات اپنے اندر پیدا نہ کرو تو پھر تحریک کے رجسٹر میں چاہے کتنا ہی اونچا اپنا نام لکھوا لو، اللہ کے ہاں فائز المرام اور کامیاب لوگوں میں وہ نام درج نہ ہو گا۔

اسی مطلوبہ معیار کی روشنی میں ہم تحریک اسلامی کے کارکنوں کی سیرتوں اور ان کے کام کو ہر دَور میں پرکھیں گے اور اس معیار سے مطابقت یا عدمِ مطابقت سے ہی ان کی کامیابی کا معیار اور درجہ متعین کریں گے۔ وہ تحریک چاہے چودہ سو سال پہلے اُٹھے، یا چودہ سو سال بعد نمودار ہو، وہ بہر حال ہر دور اور ہر حال میں اخلاص، ایمان اور ایثار و قربانی کے اسی معیار پر پرکھی جائے گی۔ سب سے پہلے انفرادی طور پر ایک ایک کارکن کی اور اجتماعی طور پر پوری تحریک کی پرکھ اور جانچ کی جائے گی۔ پھر اس کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جا سکے گا کہ اس تحریک کی کامیابی کے امکانات کتنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کس قدر ہیں۔

جہاں تک کسی دعوت کے داعیِ اوّل کا تعلق ہے بالعموم وہ ان صفات کو ایک حد تک پورا کرنے کے بعد ہی اہلِ نظر کی توجہ کا مرکز بنتا ہے لیکن جہاں تک اِس تحریک سے متاثر ہوتے اور اس سے وابستہ ہونے والے افراد کا تعلق ہے وہ تاثر و قبولیت اور عمل و ایثار کے مختلف مقامات پر فائز ہوتے ہیں اور ان کی ٹیم کی صلاحیت پر ہی نظام کی تبدیلی کے لیے انقلابی اقدام کا دارومدار ہوتا ہے۔ داعی اور رفقاءِ کار کی مثال کپتان اور اس کی ٹیم کی سی ہے ٹیم میسر نہ آئے تو تنہا کپتان کی ساری عمدہ صلاحیتیں بھی میدانِ عمل میں کوئی نتیجہ نہیں دکھا سکتیں۔ ٹیم میسر آئے لیکن ناکافی ہو تو بھی کام نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ ٹیم کافی ہو لیکن معیاری نہ ہو تو بھی مدتِ انقلاب میں طوالت اور نوعیتِ انقلاب میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ ٹیم معیاری اور کافی ہو تو نتیجہ لازماً کامیابی کی صورت میں نکلتا ہے۔ لیکن اگر ٹیم ناکافی بھی ہو اور غیر معیاری بھی تو کامیابی کے امکانات اور بھی بعید تر ہو جاتے ہیں۔ قرآن کی تاریخ میں وہی انبیاء اسلامی انقلاب لائے جنھیں مثالی پیروؤں کی قابلِ لحاظ تعداد مل گئی۔ جن انبیاء کو رفقاءِ کار کی قابلِ قدر قابلِ لحاظ ٹیم میسر نہ آئی وہ اپنی جلالتِ شان اور ہدایت و قربتِ الٰہی کے باوجود اس عالمِ آب و گِل اور دارالاسباب میں اسلامی انقلاب نہ لا سکے۔ یہی سنتِ الٰہی ہے اس فطری سُنّت سے انحراف کم ہی ہوتا ہے۔

غیر معیاری معاشرہ۔ غیر معیاری ٹیم | دعوتِ اسلامی کے لیے ناکافی اور غیر معیاری ٹیم ہمارے موجودہ معاشرے کی حقیقی بیماری ہے۔ جہاں تک اسلامی تحریک کے لیے میسر آنے والے کارکن کے معیار کا تعلق ہے وہ معاشرے میں باقی ماندہ بنیادی انسانی صفات اور اسلامی صفات دونوں کے تناسب سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہمارا موجودہ معاشرہ صدیوں تک غیر اسلامی نظام میں رہنے کو گوارا کرنے کے نتیجے میں عملی نفاق کا شکار ہے اور نفاق وہ بیماری ہے جو قوموں کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے اور معاشرے میں سے اسلامی خصائل کے ساتھ ساتھ بنیادی انسانی صفات بھی رخصت ہو جاتی ہیں۔ ہمارے معاشرے کی عظیم اکثریت اسلام سے مکمل بے خبری اور بے عملی کے نتیجے میں اسلامی صفات سے محروم ہو چکی ہے۔ جہاں تک بنیادی انسانی صفات کا تعلق ہے وہ بھی اسلام کے ساتھ منافقانہ رویے کے سبب سخت مجروح ہو چکی ہیں اور بحیثیت ایک اجتماعی گروہ کے ہم بتدریج ان سے بھی محروم ہوتے چلے گئے ہیں بہت سی انسانی صفات ایمان ہی کے مختلف مظاہر ہوتی ہیں اور عملِ صالح کے ساتھ مل کر ان صفات کو بہت تقویت پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی انقلابی دعوت کے لیے بنیادی طور پر ایسے ہی افرادِ معاشرہ کام دے سکتے ہیں جن میں وہ ایمان پرور مردانہ خوبیاں موجود ہوں جو کسی انقلابی جدوجہد، کسی جاں گسل کشمکش، اور کسی جاں توڑ کھکھیڑ کے مصائب برداشت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ جس طرح مٹی اور لکڑی سے تلوار نہیں بن سکتی اسی طرح منافقت، مفاد پرستی بزدلی اور دوغلے پن کے شکار افراد انقلابی کارکن نہیں بن سکتے اور نہ وہ کسی نظام کے خلاف کشمکش کرنے اور اس کشمکش کے لیے سارے جان لیوا مراحل سے گزرنے کا حوصلہ ہی رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ حق کو حق جان کر اور مان کر بھی اس کی پشت پناہی سے گریز کر جایا کرتے ہیں اور باطل کو باطل جان کر بھی اس کی تردید سے پہلو تہی کیا کرتے ہیں۔

کامیابی کے لیے کارکن کی انسانی صفات | کسی نظام کو بدل دینے والی عظیم کشمکش کے لیے ایک فرد میں جن بنیادی انسانی صفات کی کم سے کم ضرورت ہوتی ہے وہ ارادے کی طاقت اور فیصلے کی قوت ہے۔ عزم اور حوصلہ ہے۔ صبر و ثبات اور استقلال و پامردی ہے۔ تحمل اور برداشت ہے۔ ہمت اور شجاعت ہے۔ مستعدی اور جفاکشی ہے۔ اپنے مقصد کا عشق اور اس کے لیے قربانی دینے کا جذبہ حوصلہ اور بل بوتا ہے۔ احتیاط، معاملہ فہمی اور تدبر ہے۔ باضابطگی سے کام کرنے کا سلیقہ، فرض شناسی، احساس ذمہ داری، حالات کو سمجھنے اور ان کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے اور مناسب تدابیر اختیار کرنے کی قابلیت ہے۔ اپنے جذبات، خواہشات اور ہیجانات پر قابو اور کنٹرول ہے۔ دوسرے انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے، ان کے دل میں اپنی جگہ پیدا کرنے اور ان سے اپنا کام لینے کی صلاحیت ہے۔ ان خوبیوں کے علاوہ اس میں چند وہ شریفانہ صفات بھی ضروری ہیں جن سے انسان عمدہ انسان بنتا اور کہلاتا ہے، یعنی خودداری، فیاضی، رحم، ہمدردی، انصاف، وسعتِ قلب و نظر، صداقت، امانت، راست بازی، پاسِ عہد، معقولیت پسندی، اعتدال، شائستگی، صفائی اور دل و دماغ کی نفاست۔ ظاہر ہے کہ ان ہی کم و بیش خوبیوں سے ایک فرد انسان وجود میں آتا ہے اور ایسا ہی انسان کسی مقصدِ حیات کو اپنائے تو اس کے لیے فولاد کی تلوار کے مانند کام کرتا ہے۔ اعترافِ حق تو ظاہر ہے کہ کوئی انقلابی عمل نہیں ہے۔ البتہ اعتراف کے بعد رفاقتِ حق، علمبرداریِ حق، پاسداریِ حق، اور حمیت و غیرتِ حق کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اس لیے کہ ان کے بغیر انسان حق کے لیے گردن نہیں کٹا سکتا۔ انسان کے اندر یہ صفات ہوں تو اسے قوت کا سرچشمہ بنا دیتی ہیں۔ پھر وہ اپنا وزن جس تحریک کے پلڑے میں ڈالتا ہے وہ پلڑا اس کے وزن کو محسوس کرتا ہے۔ اور اگر کسی فرد میں یہی بنیادی صفات نہ ہوں تو اس کا اعترافِ حق ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی خشک پتہ ہوا کے جھونکے کی آمد کا اعتراف کرتا ہے اور اس کے ساتھ اڑنے لگتا ہے۔ لیکن وہ کسی کے لیے بھی خطرہ یا آسرا نہیں ہوتا۔ جیسے تنکا سیلاب کی حقیقت کا اعتراف کرتا ہے اور اسی کے رخ پر بہنے لگتا ہے لیکن اس کی موجودگی سے کسی مٹی کے ڈھیلے کو بھی خطرہ نہیں ہوتا اور نہ اس سے کوئی بند باندھا جا سکتا ہے۔

کامیابی کے لیے کارکن کی اسلامی صفات | ایسی خوبیوں والے انسانوں کی مدد سے کوئی بھی عظیم انقلابی تحریک اٹھائی جا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکتی ہے اور ایسے لوگ اس تحریک کے لیے بیش بہا سرمایہ اور اثاثہ بن سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ تحریک، ایک اسلامی تحریک ہو تو پھر وہ اپنے کارکنوں کی ان صفات میں مزید وسعت، بلندی اور پائیداری پیدا کر کے ان سے کام لیتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی بہت سی خرابیوں کو دُور بھی کر دیتی ہے۔ وہ اپنے مطلوبہ کارکنوں میں سے خود غرضی، نفسانیت، کبر و غرور، ظلم و تشدّد، بے حیائی، نفس پرستی اور بے قید استعمالِ قوت کو دُور کر کے ان میں خدا ترسی، تقویٰ، پرہیزگاری، حق پرستی، ضبطِ نفس، فیّاضی، رحمدلی، ہمدردی، امانت، بے غرضی، انسانی خیر خواہی، بے لوث انصاف پسندی، صداقت و راست بازی کی بلند صفات پیدا کر دیتی ہے۔ اس طرح کارکُن کی سیرت کے سونے پر سہاگہ کر کے وہ اسے میدانِ عمل میں اُتارتی ہے تو تحریک کی تھوڑی سی مادی قوت بھی اپنے سے دس گنا باطل قوت سے ٹکرا کر اسے مغلوب کر لیتی ہے۔ تاریخِ انسانی ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اور حضورؐ اکرم کی اسلامی تحریک اس پر سب سے بڑی پُرعظمت گواہی دیتی ہے۔

اسلامی تحریک میں عذر و معذرت اور رخصت کا مقام | تحریکِ اسلامی کا کام دین کی اقامت کا کام ہے۔ اور یہ کام مومن کے لیے فریضہ ہے۔ اس میں رخصت کا مقام مومن کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اس کے باوجود وابستگی اور تربیت کے لحاظ سے بھی تحریک کے اندر مختلف لوگ مختلف مدارج پر ہوتے ہیں۔ تاثر، ذہنی اتفاق اور ہمدردی تو مکمل انکشافِ حق کی منزل سے نیچے کی منزلیں ہیں۔ البتہ جب آدمی پُورے حق کو بے نقاب دیکھ لے اور اس کی حقیقت اس کے قلب و نظر میں سُورج کی طرح روشن ہو کر اُتر جاتے تب وہ کسی انقلابی اور دعوتی تحریک کی اس بنیادی رکنیت تک پہنچتا ہے جب وہ تحریکی عمارت کے ستونوں میں سے ایک ستون بن جاتا ہے۔ یہ مقامِ عزیمت ہے۔ رخصت و عذرات کے مقامات سب تاثر و اتفاق و ہمدردی کے ابتدائی درجوں میں رہ جاتے ہیں۔ جو شخص علی الاعلان اس سوال کا جواب مردانہ وار اثبات میں دے چکا ہے وہ مقامِ رخصت سے بہت آگے کی منزل پر جا پہنچتا ہے۔

"کیا آپ نے اس راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں اور مشکلات کا خوب اچھی طرح سے اندازہ کر لیا ہے؟ اور یہ جان لیا ہے کہ تحریک میں آ کر آپ کو کیا اختیار کرنا ہے اور کیا چھوڑنا پڑے گا؟ کیونکہ اس جماعت میں شامل ہو کر آپ کو اپنی پُوری زندگی اور اس کے سارے مسائل اور معاملات (انفرادی، اجتماعی، خاندانی، تمدنی، معاشرتی، معاشی، اور سیاسی) کو غیر مشروط طور پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور نظامِ جماعت کی پابندی میں دے دینا ہے اور پھر نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے گھبرانا ہے اور نہ اس کی پروا کرنا ہے کہ کون آپ کے ساتھ آتا ہے اور کون کٹ جاتا ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ اس چیلنج کو قبول کر کے جو شخص اپنے پورے شعور اور ہوش و حواس کے ساتھ سنجیدگی سے آگے بڑھتا ہے وہ بدر کے مجاہدوں کی مانند گھر بار چھوڑنے، کاروبار سے محروم ہونے، ملازمتیں ترک کرنے، دیس سے پردیس کی طرف ہجرت کر جانے اور پھر جان کو ہتھیلی پر رکھ کر مقتل میں آنے تک کا داعیہ اور عزم لے کر آگے بڑھتا ہے۔ خاندانی رشتے، معاشی بندھن، اجتماعی تعلقات کوئی شے بھی اس کے پاؤں کی بیڑی اور اس کے ہاتھ کی ہتھکڑی نہیں بن سکتی۔ ایسے لوگوں کے لیے اجتماعات میں شرکت اور تحریک کے روزمرّہ کے کام انجام دینا تو گویا جنگ سے پہلے سپاہی کی تربیتی پریڈ ہے۔ جو سپاہی اس معمولی تربیتی پریڈ میں بھی شرکت سے معذور ہو کر رہ جاتا ہے اور جسے معمولی سے معمولی عذرات روک کر بٹھا لیتے ہیں، اُس سے جدوجہد کے دوران پیش آنے والے بڑے معرکوں میں کوئی کارنامہ دکھلانے یا غیرتِ حق کے لیے کٹ مرنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقامتِ دین کی جدوجہد میں جو اسلام میں جہاد کا حکم رکھتی ہے، کامیابی کی سب سے بڑی دشمن بزدلی اور بد نظمی ہے۔ اس کام میں معقول عذر کے بغیر پیچھے رہ جانے والے ایسے ہی لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے دورِ حاضر کی اسلامی تحریک کے داعی نے فرمایا:

"بہت سے ارکان کسی عذرِ معقول کے بغیر نہیں آتے۔ لوگوں کے لیے ان کے معمولی کام، ان کے روزمرّہ کے مشاغل ان کے خانگی امور، ان کے دنیوی مفاد اس سے بڑھ کر اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ جماعت کی پکار پر لبیک کہیں۔ اِسی بنا پر وہ غیر اولی الضرر ہونے کے باوجود بیٹھے رہ گئے۔ اگر وہ جانتے کہ جو عہد انہوں نے اب اپنے رب سے کیا ہے اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں تو وہ بڑے سے بڑے دنیوی فائدے اور سخت سے سخت مشغولیت کو بھی یہاں کی حاضری پر ہرگز ترجیح نہ دیتے۔ نظامِ جماعت سے وابستہ ہونے کے بعد آدمی کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ جماعت کی پکار سن کر دوڑ پڑے اور سارے کام چھوڑ دے۔ خدا و رسولؐ کی دی ہوئی رخصت کے علاوہ باقی تمام حالات میں جماعت کی شرکت کے لیے دوسری ہر مشغولیت سے قطع نظر کر لینا لازم ہے۔ ہمیں صرف ان لوگوں کی ضرورت ہے جنہیں فی الواقع کچھ کرنا ہو اور جو کسی خارجی دباؤ سے نہیں بلکہ ایمان کے اندرونی تقاضے سے خدا کے دین کو قائم کرنے کی سعی کرنا چاہتے ہوں"۔ (رُوداد دوم ۱۲-۱۳)۔

درحقیقت اللہ کے دین کے لیے مومن کی جدوجہد کی نوعیت اور حقیقت اللہ کے ساتھ جنت کے بدلے جان و مال کا سودا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ کا مفہوم یہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی جماعت میں جو شخص بھی داخل ہونے کا ارادہ کرے اسے پہلے اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا فی الحقیقت اس کی یہی غرض اور یہی نوعیت ہے اور یہی کام اس کے پیش نظر ہے۔ ایک موقع پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"ایسے معاہدۂ بیع کی یہ حیثیت نہیں ہو سکتی کہ ایک کوٹ ہے جسے جب چاہا پہنا اور جب چاہا اُتار دیا۔ اِدھر قدم بڑھانے سے پہلے اپنی واپسی کی کشتیاں جلا دیجیے۔ یہ سمجھتے ہوئے آگے بڑھیے کہ اب پلٹ کر جانے کے لیے کوئی جگہ آپ کے لیے نہیں ہے۔ خدا سے عہد باندھنے کے بعد جس جان و مال کو آپ بیچ چکے اسے اب آپ واپس نہیں لے سکتے۔ اس معاہدہ کے ساتھ ہی آپ سر دھڑ کی بازی لگا چکے ہیں۔ اب آپ کو جان لڑا کر یہ کام کرنا ہے۔ خود اس راہ پر چلنا ہے۔ دوسروں کو چلانا ہے۔ کوئی خرابی نظر آئے تو بھاگنے کی فکر نہ کیجیے۔ بلکہ کم از کم اُسی جذبے کے ساتھ اُسے دُور کرنے کی فکر کیجیے جس طرح آپ کے گھر میں آگ لگ جائے تو اُسے بجھانے کی کوشش کریں گے۔ آگے والا نہ چلے تو پیچھے سے سرک نہ جایئے بلکہ یا تو اسے چلنے پر مجبور کیجیے یا اسے ہٹا کر پھینک دیجیے اور خود آگے بڑھیے۔ یہاں آکر اگر آپ اس کام میں دلچسپی نہ لیں گے یا وقت، مال، محنت اور دل و دماغ اور جسم و جان کی قوتیں اس راہ میں صرف کرنے سے جی چرائیں گے یا دوسرے کاموں کو اس کام پر مقدم رکھیں گے تو اپنے خدا سے بے وفائی کریں گے۔ آپ کا عہد کسی انسان سے نہیں خدا سے ہے، تحریک میں شرکت کے وقت جو عہد آپ نے کیا ہے اس کے ساتھ ہی آپ اپنا سب کچھ اور خود اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ بیچ چکے ہیں۔ اب آپ کی ہر چیز پر پہلا اور مقدم حق خدا اور اس کے رسُول کا ہے۔ باقی تمام چیزیں اس سے مؤخر ہیں۔"

(رُوداد دوئم۔ ۲۲-۲۳)

دوسرے موقع پر تحریکی کام کے مقابلے میں اپنے بے شمار حقیقی اور غیر حقیقی عُذرات پیش کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"عذر کے لیے ہم نے عُذرِ شرعی کی قید لگائی ہے۔ اس کے لحاظ سے کاروبار کا حرج یا مالی نقصان کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر ہمارے رفقاء اس وقت اتنی قربانی بھی نہیں کر سکتے تو آئندہ ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ہمارے رفقاء میں آخر متعدد ایسے لوگ بھی تو ہیں جو ملازم تھے اور انہیں چھٹی نہ مل سکی تو وہ پھر بھی اجتماع میں شریک ہونے کے لیے آ گئے۔ اور اب وہ اس کے نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہمارے نقطۂ نظر سے قابلِ اعتماد ہیں۔ جو ارکانِ جماعت محض کاروباری خطرے سے نہیں آتے ہیں ان سے صاف کہہ دینا چاہیے کہ اب اپنے کاروبار ہی کی خدمت کرتے رہیں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عظیم الشان نصب العین کی خدمت کا نام لینا آپ کے لیے کچھ موزوں نہیں ہے ۔"

(رُوداد حصّہ سوئم صفحہ ۱۱۹ - ۱۲۰)

تحریکِ اسلامی کی رکنیت ۔ مقامِ عزیمت تحریکِ اسلامی کا کام عزیمت کا کام ہے ۔ یہاں طلبِ رخصت مقامِ بلند سے گرنے کا نام ہے ۔ جن لوگوں نے کبھی یہ راستہ اختیار کیا ہے وہ ہمیشہ اپنے دَور کے صاحبِ عزیمت لوگ رہے ہیں اور اُنہی نے اپنے دَور میں تاریخی کارنامے سرانجام دیتے ہیں ۔ داعیٔ تحریک نے فرمایا ہے :-

"جس دل میں مقصد کے عشق کی آگ مشتعل ہو چکی ہو وہاں کسی ٹھیلنے اور اکسانے والے کی ضرورت نہیں رہتی ۔ مَیں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اگر آپ اس راہ میں کم از کم اُتنے قلبی لگاؤ کے بغیر قدم بڑھائیں گے جتنا آپ اپنے بیوی بچوں سے رکھتے ہیں تو انجام پسپائی کے سوا کچھ نہ ہوگا ۔

اور یہ ایسی پسپائی ہوگی کہ مدتوں تک ہماری نسلیں اس تحریک کا نام لینے کی جرأت بھی نہ کر سکیں گی ۔ بڑے بڑے اقدامات کا نام لینے سے پہلے اپنی قوتِ قلب کا اور اپنی اخلاقی طاقت کا جائزہ لیجیے اور مجاہدہ فی سبیل اللہ کے لیے جس دل گردے کی ضرورت ہے وہ اپنے اندر پیدا کیجیے ۔" (رودادِ دوئم ۴۲ - ۴۳)

ظاہر ہے کہ تحریکِ اسلامی کا برپا ہونا کسی قوم کو آزمائش میں ڈال دینا ہے ۔ یہ تحریک عام سیاسی پارٹیوں اور مذہبی اور گروہی جماعتوں کی طرح شب و روز میں عام طور پر تو برپا نہیں ہوتی رہتی ، بلکہ یہ تحریک صدیوں بعد کسی معاشرے کے اندر برپا ہوتی ہے اور اس کے برپا ہوتے ہی قوم اور اس کا فرد فرد آزمائش کے کٹہرے میں کھڑا ہو جاتا ہے اس کی ناکامی معمولی ناکامی نہیں ہے ۔ درحقیقت اس کی ناکامی کسی قوم اور معاشرے کی اپنے حقِ زیست و فلاح سے محرومی اور خود اس کی اپنی ناکامی ہے ۔ اس لیے جو لوگ اس سے وابستہ ہوں ان کی ذمہ داری بھی خدا و خلق کے سامنے نہایت اہم ذمہ داری ہے ۔ وہ اسے محض کھیل تماشے یا تفریحِ طبع یا وقت گزاری اور شغل کے طور پر اختیار نہیں کر سکتے اس لیے کہ پوری انسانیت کی فلاح کا چارٹر اس تحریک کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس کے لیے جدوجہد میں کمی یا خامی پوری انسانیت اور انسانیت کے خالق کے ساتھ بے وفائی ہے ۔ اس لیے ایسی تحریک کے مقامِ رکنیت تک پہنچے ہوئے لوگ درحقیقت اس تحریک کے محسنین کا گروہ ہوتے ہیں جو تحریک کے لیے جان و مال قربان کرنے والے لوگ ہوتے ہیں ۔ اس گروہ کا فرد فرد اللہ رب العٰلمین کو گواہ کر کے اقرار کرتا ہے :

"مَیں اللہ رب العٰلمین کو گواہ کر کے اقرار کرتا ہوں کہ مَیں نے تحریک کے نصب العین کو اس کی تشریح کے ساتھ اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور یہ سمجھنے کے بعد اقرار کرتا ہوں کہ دنیا میں اللہ کے دین کو قائم کرنا میری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی کا نصب العین ہے اور میں اسی نصب العین کے حصول کی سعی کے لیے خالصتہً للہ تحریک میں شامل ہوا ہوں اور اس کام میں میرے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور فلاحِ اُخروی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔" (حلف نامہ رکنیت)

اس قول و قرار کے بعد ایک فرد اسلامی تحریک کے انقلابی قافلے میں شریک ہو جاتا ہے اور اپنے تمام دیگر کام کاج، مصروفیات، تعلقات اور نفع و نقصان کو نظرانداز کر کے اسلام کو غالب کرنا اپنی زندگی کا مشن بنا کر آگے بڑھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو بہتے ہوئے دھارے کا رُخ موڑنے کا عزم کر کے آگے بڑھتا ہے۔ جو باطل کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کا ارادہ کر کے اٹھتا ہے۔ جو ملک و قوم پر غالب مقتدر ترین لوگوں کا حریف بن کر سامنے آتا ہے۔ جو طاقت کے سرچشموں پر قابض قوت کو اپنا قبضۂ غاصبانہ چھوڑ دینے کا چیلنج بن کر آتا ہے۔ وہ شخص جس نے بہتے دریا کے مخالف سمت میں تیرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، جس نے غالب نظام کے ساتھ موافقت کے نتیجے میں حاصل ہونے والے تمام فوائد و اعزازات سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے، جس نے بقول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی صلیب آپ اپنے کندھوں پر اٹھا لی ہے جس نے اپنے آپ کو باطل کے ظالم بھیڑیوں کے سامنے ڈال دیا ہے، جو سر ہتھیلی پر رکھ کر مقتل میں آ کھڑا ہوا ہے۔ جو گڑھے میں گاڑے جانے اور آروں سے چیرے جانے والے راستے پر چل کھڑا ہوا ہے۔ جو لوہے کی کنگھیوں سے گوشت نچوانے والوں کے قافلے میں شریک ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ راستہ سہل انگاری سے محض دل کی کسی ہلکی سی چاہت یا دماغ کی کسی رومانوی لہر کی رَو میں آ کر اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو پوری زندگی کا سودا ہے اور زندگی کے سودے کرنے کے بعد لوگ نفع و نقصان کی ترازو تیں لے کر نہیں بیٹھا کرتے۔ مقصدی عشق کا یہ وہ صحرا ہے جس میں مجنوں حواس کھو بیٹھتا ہے اور یہ وہ ناقابلِ عبور پہاڑ ہے جسے دیکھ کر ہی فرہاد کا پتّہ پانی ہوتا ہے ؎

چو می گوئم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

اربابِ عزیمت کی مقصدی ضروریات اسلام کو اگر کسی نے مقصدِ زندگی اور عمر بھر کا مشن بنایا ہو تو اسے اسلام کا صحیح فہم حاصل ہونا بھی مطلوب ہے۔ اس پر پختہ ایمان بھی درکار ہے۔ اس کے سانچے میں اپنی سیرت و کردار کو ڈھالنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دین کے سوا پھر اس کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہ بننے پائے۔ اس مقصد کے لیے جو لوگ اُٹھیں ان میں باہمی اخوت و محبت بھی ناگزیر ہے تاکہ وہ بنیانِ مرصوص بن کر کام کر سکیں۔ ان کے کام بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باہمی مشاورت سے ہی سرانجام پانے چاہییں۔ ان کی زندگیاں نظم و ضبط کی پابند باضابطہ اور باقاعدہ ہونی چاہییں۔ ان میں باہمی احتساب و تنقید کا عمل بھی جاری ہونا چاہیے جو دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے نہیں بلکہ اصلاحِ احوال اور درستیِ اخلاق میں مدد دے۔ ان کا تعلق اللہ کے ساتھ مخلصانہ اور گہرا ہونا چاہیے۔ ان کے ہر کام کی بنیاد فکرِ آخرت پر ہونی چاہیے۔ ان کے حسنِ سیرت کی چمک سے پورے ماحول کو جگمگانا چاہیے۔ ان کی وسیع الظرفی، ان کی عالی حوصلگی، ان کی ہمدردی و خیرخواہی اور شرافت و کریم النفسی کو اپنے ماحول میں ضرب المثل ہونا چاہیے۔ مشکلات آپڑنے پر ان کا صبر و استقلال اور ثبات و استقامت مثالی ہونا چاہیے۔ ان کے جاننے والے سب لوگ جانتے ہوں کہ مشکل حالات میں ان کا طرزِ عمل بزدلی اور شکست خوردگی پر نہیں بلکہ عزیمت اور جرأت و بہادری پر مبنی ہوگا۔ ان کی تبلیغ اور جدوجہد حکمت و دانش مندی کے تمام اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے اور ان کے اندر اپنے نصب العین کے لیے ایک راستہ بند ہونے پر دس دوسرے راستے نکال لینے کی سمجھ اور بصیرت ہونی چاہیے۔ انہیں کبر و غرور سے بچتے ہوئے اپنے اندر اعلیٰ درجے کا احساسِ بندگی پرورش کرنا چاہیے اور ہر وقت اپنا محاسبۂ نفس کرتے رہنا چاہیے۔ انہیں نمود و نمائش سے بچتے ہوئے اپنا کام خالص اللہ سے اجر لینے کی نیت سے کرنا چاہیے اور اپنے درمیان اعلیٰ صفات کے افراد پر نظر رکھنی اور ان کی پیروی کرنی چاہیے۔ انہیں اپنے اعمال کو تباہ کرنے والی کھوٹی نیت سے بچنا چاہیے اور نفسانیت اور خودپسندی سے بچ کر اللہ کے سامنے توبہ و استغفار کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ انہیں ہر محفل و مجلس و مقام پر جہاں جہاں ممکن ہو کلمۂ حق کا اظہار بے دریغ اور بے جھجک کرنا چاہیے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پروا نہ کرنی چاہیے۔ باہمی بغض و حسد اور بدگمانی، غیبت، چغل خوری، کھسر پھسر اور سرگوشیوں سے خود بھی بچ کر رہنا چاہیے اور ایسی کسی چیز کو اپنی جماعت کے اندر بھی داخل نہ ہونے دینا چاہیے اور بدقسمتی سے اگر وہ داخل ہو ہی جائے تو پھر اس کا پیچھا کر کے اسے پوری طرح ختم کر دینا چاہیے۔ مزاج کی شدت، اشتعال انگیزی، جذباتیت، انتہاپسندی، یک رخاپن، بے اعتدالی، تنگ دلی، غیر مستقل مزاجی اور ارادے کی کمزوری سے بچ کر انہیں پورے اعتدال اور استقامت کے ساتھ متواتر اور مسلسل عمر بھر کے لیے اپنے اندر دین کا کام کرتے رہنے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے۔

صفاتی قوت سے چھوٹے گروہ کا بڑے گروہ پر غلبہ | ضروری صفات کا یہ وہ ناگزیر اور کم از کم سانچہ ہے جس میں اسلامی انقلابی تحریک کے کارکن کا ڈھلا ہوا ہونا نہایت ضروری ہے، جس کے بغیر حکومتِ الٰہیہ کے قیام، اسلامی نظام کے نفاذ، اعلائے کلمۃ الحق، غلبۂ اسلام، اقامتِ دین، خلافتِ راشدہ کے احیا اور اسلام کے لیے تمکن فی الارض کا کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ حضور اکرمؐ نے جب ان صفات کا سانچہ عربوں کے جاہلی معاشرے میں نصب فرمایا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان میں بنیادی انسانی صفات کے حامل لوگ بڑی تعداد میں موجود تھے۔ وہ جس رُخ پر زندگی بسر کر رہے تھے اس کے بارے میں ان کا طرزِ عمل مخلصانہ تھا۔ موافقت کی تو مخلصانہ کی۔ رفاقت کی تو دل و جان سے کی۔ مخالفت کی تو مخلصانہ کی اور مخالفت کے بعد موافق بنے تو جان نثار بن کر آئے اور راہِ حق میں اپنا سب کچھ لٹاتے ہوئے آئے۔ انسانی بنیادی صفات کا لوہا ان میں موجود تھا۔ اسلام کی آزمائشوں کی بھٹی نے تپا کر اسے فولاد بنایا اور پھر حق کی سان پر چڑھا کر انہیں اللہ کی برہنہ تلواریں بنا دیا۔ پھر وہ جس میدان میں گئے، بے سر و سامان تھے تو سر و سامان والوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ تعداد میں کم تھے تو بڑے بڑے لشکروں کو میدانِ جہاد سے پسپا کر دیا۔ اِس لیے کہ ان کے پاس اخلاقی صفات کا وزن جو تُلنے، گِننے اور ناپنے میں نہیں آتا اتنا زیادہ تھا کہ بالآخر تحریکِ اسلامی کے مجاہدوں کی عمومی صفت ہی یہ بن گئی:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ

ایسی اعلیٰ صفات کے افراد جب کسی داعی کی رفاقت میں جمع ہو جائیں تو تدریج مخالفتوں کے جھاڑ جھنکار اور رکاوٹوں کے پہاڑ کائی کی طرح چھٹتے چلے جاتے ہیں اور قافلۂ حق کشاں کشاں منزلِ مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیتا ہے پھر باطل کے ساتھ معرکہ آرائی کا لطفِ مدام، دعوتِ اسلامی کو اور بھی جوان و توانا اور قوت و شجاعت کا پہاڑ بنا دیتا ہے۔ جب قافلہ اور قافلہ سالار دونوں ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے، ایک ہی رفتار سے چلنے والے، ایک ہی لگن رکھنے والے، اور ایک ہی دھن کے پکے ہوں تو حریفانِ کم ظرف کے لیے ان کا مقابلہ ممکن نہیں ہوتا۔ میدانِ کشمکش میں دشمن کے قدم انہی مجاہدوں کے سامنے سے اکھڑتے ہیں جو میدانِ جہاد میں موجود ہوں، لڑ رہے ہوں اور دشمن پر اپنے جان و مال و قوت و یکسوئی اور زورِ بازو سے دباؤ ڈال رہے ہوں۔ ورنہ جو عذرات کی آڑ میں بیٹھے آرام فرما رہے ہوں اور میدانِ جہاد گرم ہونے پر مختلف تاویلات کے مورچوں میں دبکے بیٹھے ہوں ان کے سامنے سے کون احمق دشمن ہوگا جو خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوگا۔

درحقیقت ہر تحریک کے لیے کامیابی اور ناکامی کا مسئلہ کپتان اور اس کی ٹیم، سالار اور اس کے قافلہ، جرنیل اور اس کے لشکر کے لیے مطلوبہ صفات اور متناسب تعداد کے مسئلے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جد و جہد کے میدان میں کامیابی و کامرانی کے لیے اللہ کی سنت جن اصولوں کا لحاظ کرتی ہے ان میں تعداد (QUANTITY) اور نوعیت و کیفیت (QUALITY) کے اصول اپنی جگہ پر بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ تعدادِ کارکنان اگر تناسب سے بھی کم ہو اِس صورت میں بھی تحریک کا انقلابِ قیادت کی منزل تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور افراد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں مطلوبہ خصوصیات وصفات کی کمی ہو تب بھی انقلاب دُور تر ہوتا چلا جاتا ہے مخصوص صفات والا انقلاب اِن دونوں چیزوں کا اہتمام چاہتا ہے اور جو لوگ کسی صالح انقلاب کے داعی اور کارکن بن کر آئیں ان کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں امور پر نگاہ رکھیں۔ اور اگر ان دونوں میں کہیں کوئی کمی پائی جاتی ہے تو مضطرب ہو کر رفقاء جماعت یا نظام جماعت یا حالاتِ زمانہ یا قیادتِ تحریک یا قوم یا طریقِ کار کو کوسنے کی بجائے اِن خامیوں اور کوتاہیوں کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ یہ خامیاں اگر مناسب حد تک دُور ہو جائیں تو جس طرح بارش برسنے سے ہر طرف پانی ہی پانی ہو جاتا ہے اسی طرح اعلیٰ مطلوبہ انقلابی صفات کی حامل متناسب تعدادِ کارکنان کی جماعت میدانِ عمل میں ایک روز بازی جیت کر رہتی ہے اور ایسے گونگے طوفانوں کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا شرط یہ ہے کہ اللہ پر توکّل رکھ کر صبر و حکمت واستقلال و جرأت کے ساتھ مسلسل اور متواتر جد و جہد جاری رکھی جائے۔ مسلسل تیرنے والے بالآخر سمندر بھی پار کر لیا کرتے ہیں۔ میرے نزدیک کامیابی کا بے خطا راستہ یہی ہے ؎

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

معذرت

ایک صاحب نے توجہ دلائی ہے کہ تفہیم القرآن جلد اوّل کے انڈکس میں صفحہ ۶۲۷، سطر ۱۶، کالم ۲ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "نبی صلعم" کے الفاظ شائع ہو گئے ہیں۔ یہ ایک غلطی ہے جس کی اصلاح کر لینی چاہیے میں ہمیشہ حضورؐ کے اسم گرامی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا ہوں اور صلعم لکھنے کو صحیح نہیں سمجھتا۔ دراصل یہ انڈکس میرا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ ایک رفیق کا بنایا ہوا ہے۔ میری نگاہ آج تک اس مقام پر نہیں پڑی ورنہ میں پہلے ہی اس کی اصلاح کر دیتا۔

ابو الاعلیٰ

© rasailojaraid.com